مطبوعات

چند حسینوں کے خطوط : کمال سالاپوری ناشر حسنات اکیڈیمی پرائیویٹ ۱۹' سی' منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ صفحات ۲۵۲ ۔ قیمت ۷۰ روپے۔

مجھے بہت سے مجموعہ ہائے خطوط کو پڑھنے کا موقع ملا' اور ان کے مخصوص رنگستان کی گوناگوں دھاریوں کو دیکھ کر لطف اٹھایا۔ خطوط غالب' خطوط اقبال اور دوسری بہت سی شخصیتوں کے انشائیہ انداز اکثر کے سامنے ہیں۔ میں نے قریبی زمانے میں رشید صدیقی صاحب کے خطوط پڑھے اور کچھ طرز انشاء اور کچھ بیان واقعات اور کچھ خود اپنے ذاتی بلکہ جسمانی بھی احوال کے جمع ہو جانے سے عجیب و دلچسپ کہانی (ضمنی کہانیوں سمیت)وجود میں آتی ہے' مگر تذکرہ احوال میں ضروری اختصار بھی موجود ہے یعنی طویل مختصر افسانہ ہے۔۔

لیجئے۔ کمال سالار پوری کے مجموعہ خطوط کو سامنے رکھ کر میں کہاں کی ہر درز کے لیے نکل کھڑا ہوا پہلے حصے میں وہ خطوط ہیں جن کے فرستندہ کمال صاحب ہیں دوسرے میں وہ جن کے وہ یابندہ ہیں۔

کمال صاحب کے خطوط راست بیانی اور اجمال کے باوجود ادبی لطافت اور ہلکا سا مزاحیہ رنگ رکھتے ہیں اور شعروں کا استعمال بکثرت۔ حکیم اجمل خاں صاحب کو ایک دور کے درد مندانہ حالات لکھے ہیں اور اس میں تقسیم کی بربادی کا نوحہ بھی ۔ اس خط کے چند شعروں میں سے دو ایک ۔

اے برق ! تو بھی ذرا تڑپی' ٹھر گئی — یاں ہر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں

کن آفتوں سے ہم نے نکالے ہیں دل کے بت — کیونکر چھٹا ہے ہم سے کلیسا نہ پوچھیے

خود کمال صاحب کو خط لکھنے والے اصحاب میں سے شاید تابش صاحب کی نصف ملاقات کا سلسلہ سب سے زیادہ رہا۔ دس خطوط شامل ہیں۔ خلوص' شاعری اور ادبیت کی جھلکیاں تحریر سے

ظاہر ہیں۔

شعرا کو کھانے چائے پر بلوا کر ان کا کلام سننے کی تقریب پیدا کی جاتی ہے۔ اس بارے میں کیا خوب چٹکی لی ہے۔ اشارہ شاعر کی طرف۔

"ہنہنایا ہے تو کچھ لید بھی کر!"

ایک اور کمال صاحب کا فنی افسانہ ٹائپ مختصر خط ہے۔

"ایک عرصہ بعد یاد فرمایا یاد آوری کا بہت بہت شکریہ امید ہے اب اگلے سال ہی یاد فرمائیں گے۔ (تحریر از مختار)" کمال صاحب کی محبت و مودت کے تقاضے کے علاوہ خالص ادبی رنگ سے کتنا جی چاہتا ہے کہ میں ان کے ۲۵۲ صفحوں پر کم سے کم ۲۵۲ سطریں تو لکھوں، مگر دل، دماغ، ہاتھ پاؤں قلم سب کچھ تقدیر کے آہنی بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مجبوری!

ہاں ایک دوستانہ بات! بزرگوں اور دوستوں کے خطوط" حسینوں کے خطوط والا عنوان جچا نہیں۔اب حسینوں کو تو شامل گزٹ کریں اور جو حسین نہ ہوں ان کا مقدمہ خارج۔ دوسری بات یہ ہے کہ حسینوں کے خطوط کا ذکر کرتے ہوئے یاد رکھیے کہ خطوط سے مراد صرف چٹھیاں ہی نہیں بلکہ حسن کی سرکار میں خطوط اور ستم کے خطوط ہوتے ہیں۔

بوسنیا: مولفہ خلیل حامدی صاحب ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامیہ۔ ناشر ادارہ معارف اسلامیہ منصورہ، لاہور۔ اسٹاکسٹ المنار بک سنٹر، منصورہ ملتان روڈ لاہور، صفحات تقریباً پونے تین سو۔ قیمت درج نہیں۔

وقت کا یہ نہایت اہم موضوع ہے۔ چھوٹا سا مسلمان ملک جو ایک زنداں، مقتل، تباہی اور نسائیت کی تذلیل کا عرصہ سے اڈا بنا ہوا ہے۔ بچارے بوسنی لوگ چاروں طرف سے صلیبیوں میں گھرے رہ کر اسلام کو فراموش کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اب یکایک عیسائی قسائی تعصبات کے چھرے لے کر ان مسلمانوں پر پل پڑے، معانی اور مصانی کی کیا تمیز، عورت مرد میں کوئی فرق نہیں، بچوں تک کے لیے انتہائی سنگ دلی۔ بوسنیا میں یکایک جذبہ اسلام جاگ اٹھا اور تحریک جہاد شروع ہو گئی، مگر نہ ہتھیار، نہ خوراک، نہ دوائیں، نہ ہسپتال، نہ جائے فرار، نہ پائے قرار۔ ان کے شہر بیخ و بن سے اکھاڑ دیے گئے۔ ایک دن ایک حملے میں ۱۹ معصوم بچے ہلاک ہوئے۔ ایک عیسائی مبصر نے ان حالات کو دیکھ کر جل کر کہا کہ تم ظالم لوگ، خدا کرے جہنم کے اسفل ترین حصے میں ڈالے جاؤ۔

امریکہ اور یورپ کے مہذب لوگ مہینوں بیٹھے یہ تماشا دیکھتے رہے، آہستہ آہستہ مسئلے کے حل کی تدبیریں سوچی جاتی رہیں۔ آہستہ آہستہ سلامتی کونسل میں بحثیں چلتی رہیں، اور اس

دوران میں تباہی کی آگ نے دس گنا زیادہ انسانی جانوں اور اموال کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ دنیا بھر کو دہشت گرد قرار دینے والا تھانے دار بالکل پاس بیٹھا یہ سب دیکھ رہا ہے' اسے سربوں کی دہشت گردی اور نسل کشی اور حقوق کی تباہی نظر نہیں آئی جو ہر ۲۴ گھنٹے میں سربیا بوسنیائیوں پر تھوپ رہا ہے۔ کشمیر میں انڈیا کی دہشت گردی بھی دکھائی نہیں دیتی' اس کی کانی آنکھ کبھی ایران پر اور کبھی سوڈان پر اور کبھی پاکستان پر پڑتی ہے۔ انسانوں کو انسانی زندگی اس دن ملے گی جس دن یہ جعلی ارضی خداوند مٹ جائیں گے۔

مولانا خلیل حامدی نے بڑا کام یہ کیا ہے کہ بوسنیا جس سے ہم لوگ پہلے واقف نہ تھے اس کی پوری تاریخ' اس کا جغرافیہ نقشوں سمیت اس کتاب میں پیش کردیا ہے اور پھر باقاعدہ ایک رپورٹ کی شکل میں بوسنیا کے حالیہ دور مظلومی اور دور جہاد کی تفصیلات پیش کردی ہیں' نیز تباہی کے روداد بھی لکھ دی ہے۔

اب سربوں' کروٹوں اور بوسنیا والوں کے درمیان اس طرح علاقے تقسیم کیے جارہے ہیں کہ سب سے کم جگہ بوسنیا کے پاس رہے (اور وہ بھی مخلوط آبادی کے ساتھ) اور جو لاکھوں افراد تارکین وطن ہوتے ہیں'ان کے لیے کوئی جگہ ہی ٹکنے کی نہ ہو۔ اسلحہ سے بھی بوسنیا کو اقوام متحدہ نے مستقلاً" محروم کر رکھا ہے۔ نہایت دردناک کہانی ہے۔

دعا بھی کیجئے' اور بوسنیائی مظلوموں کو کھلے کپڑوں' غذاؤں اور دواؤں سے بھی مدد دیجئے۔

(ن - ص)

"تازہ بستیاں" : ناصر قریشی' پروگرام مینجر پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن' لاہور' ناشر: مکتبہ عالیہ' شوروم اردو بازار لاہور' متوسط طباعت کے پونے دو سو صفحات' دلچسپ رنگین سرورق۔

۲۹ کہانیوں کا یہ مجموعہ اپنی مثال آپ ہے۔ نہایت سادہ انداز سے' بغیر فلسفیانہ' نفسیاتی پیچیدگیوں میں پڑے' یہ کہانیاں اس انداز سے لکھی ہوئی ہیں کہ ان میں ہماری روزمرہ کی زندگی بولتی نظر آتی ہے۔ ہم جدید نظریات کے حملوں میں اپنی ثقافت و معاشرت کے قیمتی اجزاء ضائع کر رہے ہیں جس کی آئینہ دار پچھلے دور سے اب تک کی کہانیاں ہیں۔ مگر ناصر قریشی صاحب نے پوری کوشش کی ہے کہ مجروح اقدار پر مرہم رکھیں۔ اس وجہ سے میں بطور خاص متاثر ہوا۔

ناصر قریشی صاحب پر کیا تبصرہ کریں' ان کے تو ہاتھوں سے اور نگاہوں کے سامنے سے بے شمار کہانیاں اور زندہ کہانیاں نکل چکی ہیں۔ اس لیے ان کا کمال یہ ہے کہ وہ چھوٹا سا (صحیح معنی میں مختصر) افسانہ لکھتے ہیں اور اس میں پوری ایک دنیا کھپا دیتے ہیں۔ یا یہ کہ اس کے دریچوں

سے زندگی اپنی ساری جلوہ سامانیوں اور اذیت رسانیوں کے ساتھ اس طرح دکھائی دینے لگتی ہے' جیسے کسی مصنوعی سیارے پر سے زمین کی تصویر لیتے ہوئے کیمرے نیو یارک اور ماسکو کی گاڑیوں کی نمبر پلیٹوں تک کو پڑھ کر بتا دیتے تھے۔ تشکیل پاکستان سے متعلق دور بھی آتے ہیں' اور خیروشر کی قوتوں کے نمائندے بھی "تازہ بستیاں" کی سکرین پر کرتب دکھاتے ہیں۔ مگر ناصر قریشی نے ہمیشہ جھوٹ اور ظلم اور باطل کو اپنے قلم کی طاقت سے نہایت پستیوں میں گرتا دکھایا ہے۔

ناصر قریشی صاحب سے ڈر بھی آتا ہے کہ بڑے بڑوں کی آنکھیں دیکھی ہیں اور مختلف اکابر ادب کے متعلق خوبصورت ایجازی اظہار رائے بھی کیا ہے۔ کاش کہ میں زیادہ لکھ سکتا اور بعض کہانیوں کا تجزیہ بھی کرتا۔ (ن - ص)

بقیہ: قرآن کا نظریہ کائنات

بھی' یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ فرمان واقعی برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے ؟)

اس آیت کی پیش گوئی جس طرح پچھلی چودہ صدیوں میں پوری ہوئی ہے۔ آئندہ بھی ہوتی چلی جائے گی اور مسلسل ہورہی ہے۔ اس مقالے کی ابتدا میں کائنات کے وجود کے متعلق جو آیت پیش کی گئی اس کی تصدیق سائنس کے تازہ ترین نظریے سے بھی ہوتی ہے' لیکن جس حقیقت کی طرف قرآن نے ڈیڑھ ہزار سال قبل اشارہ کردیا تھا اس تک پہنچنے میں سائنس کو اتنے ہی سال لگے۔ لہٰذا اگر حیات و کائنات کے متعلق قرآن کے اشارات پر ایمان رکھ کر علم و حکمت کی جستجو کی جائے تو انسان کی راہ طلب آسان ہوسکتی ہے اور ہر قسم کی ترقیات کی منزل مقصود قریب آسکتی ہے۔